آیت ۳۱ علیہا تسعۃ عشر - اس آیت میں ھا کی ضمیر کا مرجع سقر کو قرار دیا گیا ہے یعنی اس کی تعداد 19
مقرر ہیں لیکن ضمیر کا مرجع اس کے علاوہ بھی ہو سکتا ہے پچھلی سورۃ میں قرآن کریم کو تذکرہ فرمایا گیا تھا جو مؤنث
لفظ ہے اس کی طرف بھی ضمیر جا سکتی ہے یا آیات قرآن مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کا محافظ یعنی 19 کا
عدد مقرر ہے اور اس نفس کی طرف بھی جو عنید ہے اور جو قرآن کریم کو قول البشر قرار دیتا تھا اس کی
سزا کیلئے اور اسے جہنم کا رخ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے 19 فرشتوں کو یا 19 کے عدد کو مقرر کیا ہے - اس کا مطلب
کہ ساعت یا زمانہ کی طرف بھی ضمیر جا سکتی ہے جو سقر کے ظہور کا زمانہ ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کائنات کے مدبر ہیں مکان پر بھی اور زمان پر بھی اللہ کی طرف سے فرشتے مقرر ہیں پس پہلے
معنے جو عام طور پر مفسرین نے کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر 19 مقرر کئے ہیں
وہ 19 کیا ہیں وہ فرشتے ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا قرآن کریم کے الفاظ بتاتے ہیں
کہ یہ ایک تمثیل ہے جیسا کہ آگے فرمایا ماذا اراد اللہ بھذا مثلا" معلوم ہوا کہ یہ ایک تمثیلی اشارہ ہے جو
غیر معمولی شان رکھتا ہے اور اس میں غیر معمولی پیشگوئی ہے مجھے یاد آیا کہ آج سے سولہ سترہ سال پہلے رمضان
المبارک کے درس کے نوٹ تیار کرتے ہوئے میں نے اس کے متعلق لکھا تھا کہ الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ تمثیلی اشارہ ہے
~~جس میں کوئی~~
جس میں کوئی غیر معمولی پیشگوئی پنہاں ہے جو اپنے وقت پر کھلے گی اور مومنوں کے ایمان میں ترقی اور کفار اور منافقین

کی ذلت اور عذاب کا موجب ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اسکے لئے الٰہی تحقیقات ہوئی ہیں

جن سے اس استعارہ کی عظمت اور اس تمثیل کی شان غیر معمولی طور پر واضح ہوتی ہے انشاء اللہ اسکا ذکر

آگے آئے گا پہلے ان معانی کو لیتا ہوں جو عام طور پر کتب تفسیر میں لکھے ہیں یعنی ۱۹ کا مراد ۱۹ فرشتے

ہیں بعض نے کہا ہے کہ معین طور پر ۱۹ کی تعداد ہے اور یہ کفار کے امتحان کیلئے اتنی رکھی گئی ہیں تاکہ بعض اتنے

کے فرشتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور روایت ہے کہ ابوجہل نے قریش کو کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ابن ابی کبشہ (نبی اکرم

صلعم کا یہ نام انہوں نے ازراہ تحقیر رکھا تھا) دوزخ کے ۱۹ داروغے بتاتے ہیں تو کیا تم اتنے "گروہ" ہوکر ہم میں کا

سو بھی ایک کا مقابلہ نہیں کر سکتے ایک جو بڑا پہلوان سمجھا جاتا تھا بولا کہ سولہ کو تو میرا ذمہ رہا باقی تین کا

تم بندوبست کرنا ایک اور نے اس سے بھی بڑھ کر ڈینگ ماری کہ قیامت کے دن میں آگے ہوں گا اور دس

کو ایک کندھے پر اور نو کو دوسرے کندھے پر لیکر چل دوں گا اور تم میرے پیچھے پیچھے آنا ہم سب اکٹھا

انکو راستے سے ہٹا دوں گا اور ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے غرض انکی ان فضول گوئیوں کا ذکر

خدا تعالیٰ نے پہلے ہی بطور پیشگوئی بتا دیا تھا کیونکہ یہ آیات پہلے نازل ہوئی ہیں اور انکی یہ باتیں

بعد کی ہیں اللہ تعالیٰ نے اسکے متعلق پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ تعداد انکی آزمائش کا موجب ہوگی

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ "تسعۃ عشر لا تمیز صفاً" یا "صنفاً" یا "نقیباً" ہے یعنی ۱۹ انکی معین تعداد نہیں بلکہ ۱۹ صفوں ہیں یا ۱۹ قسم کے فرشتے ہیں یا ۱۹ انکے امیر ہیں اور انکے ماتحت لاتعداد اور بھی فرشتے ہیں جیسا کہ آگے فرمایا وما یعلم جنود ربک الا ھو

بعض بزرگوں نے اسکے یہ معنے کئے ہیں کہ انسان کے ۱۹ قویٰ ہیں جنکے صحیح استعمال سے انسان دوزخ سے بچ جاتا ہے اور جنکے غلط استعمال سے انسان دوزخ میں داخل ہونے کا اہل بنتا ہے اور ہر قوت پر ایک فرشتہ مقرر ہے حضرت خلیفۃ المسیح اول فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انسان کے وہ اعضاء و قویٰ ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ دو ہاتھ دو پاؤں ۔ زبان ۔ آلہ تناسل مقعد ۔ پیٹ ۔ سینہ ۔ حواس خمسہ ۔ فکر ۔ عقل ۔ شہوت ۔ غضب یہ ۱۹ اعضاء و قویٰ ہیں جنکے بالمقابل دوزخ کے ۱۹ داروغے مقرر ہیں ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں کہ اس کا مراد انسان کے ۹ حواس ظاہری ہیں یعنی پانچ حواس خمسہ کے علاوہ وہ چار اور حواس ہیں یعنی گرمی کے احساس کی طاقت سردی محسوس کرنے کی حس دباؤ محسوس کرنے کی حس ۔ وزن کا اندازہ کرنے کی حس یہ نو حواس ہوئے ان ظاہری حواس کے بالمقابل ۹ ہی باطنی حواس ہیں اور ایک انانیت (یعنی خودی) یہ کل ۱۹ حواس ہیں اور ان سب پر ایک ایک فرشتہ مقرر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دنیا میں ہر چیز

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف کے مدبر فرشتے ہیں

حضرت محی الدین صاحب ابن عربی کے نزدیک اس کے مراد سات ستارے اور ۱۲ برج ہیں جنکی تاثیرات زمین پر اور انسانوں پر پڑتی ہیں ۔ حضرت امام رازی کے نزدیک ۱۹ کے عدد کی حکمت یہ ہے دوزخ کے سات دروازے ہیں چھ ان میں کے کافروں کیلئے ہیں اور کافروں کے گناہ کی تین صورتیں ہیں ترک اعتقاد صحیح ترک اقرار ایمان ترک اعمال اسطرح یہ ۱۸ ہوگئے اور ایک دروازہ دوزخ کا فاسقوں کیلئے ہے انکے دوزخ میں جانے کی وجہ ترک اعتقاد نہیں نہ ہی ترک اقرار ہے بلکہ صرف ترک اعمال صالح ہے اسلئے اس پر صرف ایک فرشتہ مقرر ہے کل دوزخ کے سات دروازوں پر ۱۹ داروغے ہوگئے

بعض علماء نے ۱۹ کے عدد کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ انسان کا کمال یا اسکے نفس کا فساد اسکے دو قوتوں کا نتیجہ ہیں ہے ایک قسم کے قوی جو قوی نظریہ ادراکیہ ہیں جنکو قوی حیوانیہ بھی کہتے ہیں یہ دس ہیں یعنی حواس خمسہ ظاہرہ اور حواس خمسہ باطنہ (اور ماتحت شہوت و غضب ہی زیادہ ہوگئے) اور دوسری قسم کے قوی وہ ہیں جنہیں قوی طبعیہ کہتے ہیں جو سات ہیں قوۃ جاذبہ یعنی کسی چیز کو اپنی طرف کھینچ لینے کی طاقت قوت ماسکہ کسی چیز کو روک لینے کی طاقت جسکی بری صورت بخل ہے قوت ہاضمہ کو توڑنے اور ہضم کرنے کی طاقت قوۃ دافعہ دفع کرنا اور دور ہٹانا

طاقت قوۃ نمازیہ سمجھنے کی طاقت قوۃ نامیہ بڑھنے کی طاقت قوۃ مولدہ پیدا کرنا

اور ظہور دینے کی طاقت یہ سب مل کر ۱۹ قوی ہوئے جنکی اصلاح میں اصلاح اُخروی ہے اور جنکے فساد کا

فساد نفس اور افعال کی صورت واقع ہوتی ہے اور نتیجۃً انسان کو اس فساد کا مادہ دور کرنا

کیلئے دوزخ کی گرمی میں لے جایا جاتا ہے تاکہ جو اس دنیا میں پاک نہیں ہو سکا وہ دوسری

دنیا میں دوزخ میں جاکر اس قابل ہو سکے کہ عبودیت اختیار کرے جسکے لئے نوع انسان کو پیدا کیا

اس مضمون کو ونفس وما سوّاها فالهمها فجورها وتقوها قد افلح من زکّها وقد خاب من دسّها میں بھی بیان

کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے نفس انسان کو ۱۹ حامل القوی بنایا ہے جو ان قوی سے صحیح کام لیتا ہے

ان کو پاک کرتا ہے اور ان رکاوٹوں کو دور کرتا ہے جو انکی ترقی کی راہ میں حائل ہوتی ہیں وہ فلاح پاتا

اور جنتی ہے اور جو ان قوی کو بگاڑ دیتا ہے اور ناکارہ کر دیتا ہے وہ مقصد زندگی کے حصول میں ناکام

[illegible] ۱۹ ہیں

و نامراد رہ کر دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔ غرض اس آیت میں ان قوی کا ذکر ہے جن کے حصول کمال ہوتا ہے اور [illegible]

امام رازی نے ایک یہ بھی توجیہ کی ہے کہ انسان کا شب و روز جسکا مجموعہ زندگی کہلاتا ہے ۲۴ حصوں میں

تقسیم ہے پانچ اوقات ان میں سے نماز کیلئے مقرر ہیں باقی ۱۹ رہ گئے یہی اوقات ہیں جن میں انسان

کیلئے زیادہ سے زیادہ بیداری کا ذریعہ ہے گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی کہ ایسے اوقات

جو غفلت میں گذرتے ہیں وہی انکی ہلاکت کا موجب ہوتے ہیں اگر وہ ان اوقات کی حفاظت کریں اور

یہ اوقات بھی ایسے کہ گویا نماز میں گذریں تو ان ساعات کے فرشتے انکی حفاظت کریں گے اور وہ دوزخ

کے عذاب سے بچ جائیں گے

یہ تمام معانی جو علیہا تسعۃ عشر کے کئے ہیں برحق ہیں اور ان پر غور کرنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی

حکمتوں کا علم حاصل ہوتا ہے اور اصلاح نفس کے اصولوں کی طرف توجہ ہوتی ہے

تاہم اسکے علاوہ بھی ایک اور معانی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے صحیفے کی حکمتوں اور برکتوں اور اعجاز پر دلالت کرتے

ہیں

علیہا تسعۃ عشر کے ایک معنی جو اس ناچیز کی سمجھ میں آئے وہ یہ ہیں کہ یہ دو سورتیں یعنی المزمل اور المدثر جو گویا

توام سورتیں ہیں ان میں خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین صلعم کی شان قرب اور شان شفاعت کا بیان ہے

سورۃ المزمل پر غور کرنے سے میری توجہ اس طرف پھیری گئی کہ المزمل کے خطاب میں جو رب العالمین نے

حکمتیں اور خصوصیتیں رکھی ہیں ان چھپے ہوئے معانی کو بعد کی آیات میں واضح کیا گیا ہے اس کے ذیل میں اور ان

منتقل ہوا کہ یا ایہا المزمل کے خطاب کے بعد اس سورۃ کی ۱۹ آیات میں ایک اہم امر غور کرنا کا

لیکن یہ سمجھ آئی کہ یہ جو یا ایہا المزمل کے بعد ۱۹ آیات ہیں ان میں اشارۃً اللہ تعالیٰ نے اگلی سورۃ کی آیت

علیہا تسعۃ عشر کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس راز کی وجہ علیہا تسعۃ عشر میں بیان ہوا کا پردہ

رکھا گیا ہے۔ سورۃ المزمل میں رسول اللہ صلعم کی ۱۹ صفات مذکور ہیں اگرچہ یہ صفات اور خصوصیات

جو بیان کی گئی ہیں دوسرے انبیاء میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن انکا کمال آنحضور صلعم کی ذات میں

پایا جاتا ہے یہ صفات مندرجہ ذیل ہیں (۱) القائم اللیل یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی لگن اور اسکے

قرب و محبت کے حصول کیلئے شب بیداری اور اس علیم و خبیر کے قریب ہو کر اس کا علم حاصل کرنے کی صفت جو

القائم اللیل کا مفہوم ہے وہ نبی اکرم صلعم میں سب انسانوں کے بڑھ کر پائی جاتی ہے اسی صفت کی جھلک آپ

کہ سورۃ المزمل کے پہلی سورۃ میں عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ کا نام دیا گیا کہ آپ کی ربوبیت میں کوئی دخل

نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں خود آپ کی کامل ربوبیت فرمائی یہ عجیب شان ہے جو عبداللہ المطلق میں پائی

جاتی ہے باپ ربوبیت کا ذریعہ ہوتا ہے آپ کی پیدائش کے پہلے ہی آپ کے والد کو اٹھا لیا ماں ربوبیت

کا ذریعہ ہوتی ہے آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ماں کے سائے کی شفقت خداوندی نے آپ کو محروم کیا استاد ذریعہ ہوتا ہے

آنحضور ہی تھے اور آپ کو کوئی استاد نہ ملا جو آپ کی تربیت کرتا اور ان کمالات اور استعدادوں کا حامل

ادا کر سکتا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر ودیعت کی تھیں ان کو زبانی اقرا آپ انکو صلاحیت میں ہی لے

سکیں (۳) مرتل القرآن قرآن کریم کو سکھانے والے اور اس کی پڑھانے والا کہ دوسرا اس کی سمجھ جائے گویا

یہیں صفت آپ کے کامل متعلم اور شاگرد ہونے کی تھی اور دوسری آپ کے کامل معلم اور استاد ہونے کی

خدا تعالیٰ نے کمال ربوبیت آنجناب کی ذات کی اور نوع انسان کے کامل ہونے کی آپ نے ہر حامل قول ثقیل

سب سے بڑی ذمہ داری یعنی نوع انسان کی نجات اور اصلاح کی آپ پر ڈالی گئی (۴) موافق اور اقوم المقال

دانستہ دلیل واقوم قتیلا) فعلی اور قولی طور پر حق کے کمال مشابہت و مناسبت آپ کی ذات رکھتی

تھی (۵) سابح النہار نوع انسان کی بہبود کاموں سے زیادہ جانگدازی جگر کاوی اور محنت دکھائی
انتہائی دور دراز اور بجا ہونی صفات ہی محنا آ جاتی ہیں

اور مشرق آنجناب رسول کریم ﷺ الذاکر لذکر اللہ خدا کی یاد میں محو اور اسکی محبت میں محویت

کمال آپ کو ملا رہے متبتل ترک دنیا کی حقیقت اور اس ازلی ابدی محبوب کی خاطر سب کچھ

ترک کر دینے اور اسی کا ہو رہنے کا کمال اس ذات با صفات میں نظر آیا (۸) المتوکل کا نام

آپ کو دیا گیا اور پہلی کتابوں میں بھی آپ کو اس نام سے یاد کیا گیا ہے

(۹) زمین صفت معلّم میں اشارۃ النفس کے لوری منزلوں پہ حلیمی اور مسنود درگذر آپ کے خلق عظیم کا خاص

وصف تھا شریعت کی نرمی اور خلق اور سہولت کے لکھانا اور سہولت پیدا کرنا آپ کی ذات اور آپ کی

شریعت کا خاص وصف ہے (۱۰) الجناب ترحید کے کلمہ عرفان کے کمال تک پہنچے جو رب المشرق والمغرب

کے الہ / ۲ صفو کے مفہوم ہوتا ہے (۱۱) الشاهد میں نوع انسان پر خدا کی حجت اور تمام بنی انسان [illegible]

کے [illegible] اسوہ خداشناسی خدانمائی اور خداتعالیٰ کی رضا جوئی کا (۱۲) نوع انسان کے ضمانت کنندہ ہیں

(۱۳) العابر خدا کی راہ کے سب سے زیادہ جوانمرد اور بہادر اس کی راہ میں سب سے زیادہ دکھ جھیلنے والے
فساد کے مادہ و جڑ کا الگ کرنے والا اور شر سے بدعت کا قلع قمع کرنے والے

(۱۴) المحاجر (۱۵) لا شرقیۃ و لا غربیۃ کی صفت کے موصوف جن کی شفقت اور رافت اور دلسوزی سب انسانوں

کے لیے یکساں ہیں جن کی نگاہ میں عرب و عجم اسرائیلی اور غیر اسرائیلی سیاہ و سفید میں کوئی امتیاز نہیں

(۱۶) اپنی امت کے کامل مربی اور ان کے اندر [illegible] العداوۃ کی صفت پیدا کرنے والے (۱۷) اپنی امت کو نماز کی اور ان

میں نظام زکوٰۃ قائم کرنے والے (۱۸) اپنی امت کے اندر یہ صفت اور یہ جذبہ پیدا کرنے والے کہ مال کی محبت

کا یہ تقاضا ہے کہ جو سب سے اچھا ہے اور سب کا محبوب چیز ہے دو۔ اسی لئے جو سب کا محبوب اور اولیٰ [illegible]

یہ مفہوم اقرضوا اللہ قرضاً حسناً کا تھا ہے (۱۹) المستغفر سب سے زیادہ استغفار کرنے والا سب سے بڑھ کر دعوت غفران الٰہی

کے متعلق اور نوع انسان کی بخشش کا وسیلہ ۔ یہ ۱۹ صفات ہیں جو سورۃ المزمل میں رسول خدا
کی بیان ہوئی ہیں جن کی بنا پر آنجناب کو مالک الملکوت کی طرف سے یہ خطاب خاص دیا گیا
جو شخص بھی اس سورۃ پر غور کرے گا اسے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ ۱۹ صفات اس سورۃ میں مذکور ہیں
اور اس بارے میں کوئی شخص بشرط حق شناسی و انصاف اختلاف نہیں کر سکتا اور نہیں کہہ سکتا کہ ۱۹ صفات
مذکور نہیں ہیں ہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ ۱۹ سے زیادہ ہیں میں نے اس نکتہ نظر سے بھی غور کیا ہے
میرے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ۱۹ سے زائد اگر کوئی صفت اس سورۃ کی مستنبط ہوتی ہے تو وہ ان ہی صفات میں کی
کسی صفت کے مختلف پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے اور میرے نزدیک اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس سورۃ میں ۱۹
خصوصیات و صفات کا ذکر ہے یہی کافی ہے کہ یا ایہا المزمل کے بعد ۱۹ آیات ہیں
شفیع نوع انسان کی یہ خصوصیات اور صفات جو سورۃ المزمل میں بیان ہوئی ہیں تعداد میں ۱۹ ہیں اور سورۃ المدثر
میں بھی اتنی ہی صفات ہیں اور آنحضرت صلعم کی یہ صفات ملکی دلاوری منظم مملکت اور اللہ تعالیٰ کی
کبریائی کو قائم کرنے والی ہیں اور آپ کے زندہ نبی ہونے کا ثبوت اور آپ کی وراثت کی حفاظت
کا وسیلہ ہیں جن کی تاثیرات روحانیہ اور انوار قدسیہ اس امت کیلئے اس بات کی ضمانت ہیں کہ تاقیامت

اس امت کا کلی ضلالت پر اجتماع نہیں ہوگا اور قیامت کے دن بھی باذن اللہ اس امت کیلئے آپ کی
شفاعت بخشش کا ذریعہ ہوگی اور ان تاثیرات قدسیہ سے محرومی دوزخ میں لے جانے کا موجب ہوگی
پس چونکہ نبی اکرم صلعم کی ۱۹ صفات کا بیان فرمایا اسلئے مقابل ان لوگوں کیلئے جو آنحضرت
صلعم کی تاثیرات قدسیہ سے محروم اور آپ کی شفاعت کے منکر ہیں آئندہ سقر کی خبر دی اور
اس پر ان ہی صفات کا ~~بیان مقابل (۱۹) فرشتے ظاہر کیا~~ تعداد کے مقابل ۱۹ فرشتے مقرر فرمایا
علیہا تسعۃ عشر میں ایک اشارہ زمانے کی طرف بھی ہے یعنی قرآن کریم کو انسان کا کلام قرار دینے والوں کیلئے
جس عذاب کی خبر دی گئی تھی اسکے زمانہ کی طرف اشارہ ہے سب سے پہلے تو سال بعثت کا انیسواں سال ہے
جسکے متعلق خبر دی گئی کہ وہ ان کافروں کے استیصال کا سال ہوگا اگرچہ بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کا ایک
بہت بڑا نشان ظاہر ہوا تھا اور تعداد کی ساری حشمت جاتی رہی تھی لیکن عرب کی مجموعی طاقت اس
وقت تک اسلام کے مقابل پر نہیں نکلی تھی یہ واقعہ ہجرت کے انیسویں سال میں ہوا کہ جب یہودیوں
کی سازش اور کوشش کے نتیجہ میں عرب کی ساری طاقت مجتمع ہو کر اسلام کے خلاف نکل کھڑی ہوئی
اور احزاب کی شکل میں مدینہ پر حملہ آور ہو کر اسلام کو مٹا دینے کا عزم ارادہ لیکر میدان میں اتر آئے

یہ عرب کی تاریخ میں ایک منفرد واقعہ ہے کہ دور دراز کے بکھرے ہوئے قبائل کی مشترکہ یلغار ہو گئی ہو اور کچھ بھی نہ کر پائے
کی کشش میں دعویٰ کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ ایک غیر معمولی اور منفرد کوشش کی خبر دی گئی تھی جو یہ
ثابت کرنے کیلئے کہ رسول اللہ صلعم کا دعویٰ سچا نہیں یہ سب دھوکہ ہے اور قرآن خدا کا کلام نہیں
بلکہ انسان کا کلام ہے کہ پورے عرب کی اکٹھی ایک انتہائی غیر معمولی اور منفرد کوشش تھی اس کے بہترین موقع
اسلام کو مٹانے کا اگر یہ دین خدا کا دین نہ ہوتا تو ’’الیس منہ نہ نکلتا‘‘ اس بات کا امتحان تھا کہ اس کے
بہترین موقع آ ہی نہیں سکتا تھا عرب کے قبائل جمع ہو کر اسلام کے خلاف نکلے اور فیصلہ اور دار قرآن کی پیش گو
بھی اپنے ساتھ تھی یہ ذرہ اسلام کیلئے کوئی خطرہ نہ تھا کہ یہ ذرہ یہ بیان کیا گیا کہ مدینہ منورہ
میں یہود کا جو ایک قبیلہ بنو قریظہ رہ گیا تھا انہوں نے بھی غداری کی اور باہر سے آنے والے لشکر کا ساتھ
ملا کر یہ دین اسلام کیلئے انتہائی ڈرنے کا وقت تھا اور ان احزاب کے حملہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ اسلام
کو مٹا کر ثابت کریں کہ ان ھذا الا سحر یؤثر ان ھذا الا قول البشر یہ خدائی کلام اور خدائی سلسلہ
نہ تھا بلکہ انسانی تدبیر اور انسانی منصوبہ تھا اور چونکہ اس کا منصوبہ تھا انسان ہاتھوں کے تباہ کر دیا گیا
اور یہ واقعہ نبوت کے انیسویں سال میں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا رات اس عالم میں ہوئی

کر سمجھا گیا کہ اب اسلام باقی نہیں رہے گا اور کچھ والوں نے کہا کہ اسلام کو ترک کر دو کہ تم مخالف لشکر
کا مقابلہ نہیں کر سکتے پھر راتوں رات اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی اور فرشتوں کا لشکر
اترا ایسا لشکر جسے انسانی آنکھ نے نہیں دیکھا تھا آندھی آئی یعنی شدید ہوا چلی صبح ہوتے ہی بادل گرج کر
جب صبح ہوئی تو وہ تمبو وہ تنور وہ پتیلوں کے مجمع جو سامنے آتے تھے کفار کے لشکر کا لشکری غائب
تھا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہا تھا۔ غرض یہ جو لشکر حملہ کرنے آیا تھا اور اب اس موقع پر
اترا تھا اس پر بھی شکست کا نشان تھا کہ یہ پانچویں سال ہجرت کا واقعہ ہے
~~پھر جب نبی کریم صلعم [illegible]~~ اور احزاب کا جانا کہ
نبی کریم صلعم جب اپنے گھر پہنچے اور ہتھیار اتارے تو جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ نے ہتھیار
اتار دئے فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب تک بنی قریظہ کا
فیصلہ نہ ہو جائے ہتھیار نہ اتارے جائیں چنانچہ رسول اللہ صلعم نے اس وقت اعلان فرمایا کہ سب مسلمان
بنو قریظہ کے قلعہ کی طرف روانہ ہو جائیں اس طرح بنی قریظہ کا کانٹا بھی اللہ تعالیٰ نے نکال دیا اور سورۃ
الحشر میں اسی بارے میں جو پیشگوئی تھی کہ ولولا ان کتب اللہ علیہم الجلاء لعذبہم فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ

عذاب النار کہ یہود مدینہ پہلے جو اللہ تعالیٰ نے یہیں قیامت کا نمونہ دکھایا تھا اللہ تعالیٰ کو

اللہ تعالیٰ نے انکے لئے جلا وطنی کا فیصلہ فرمایا تھا اگر یہ مقدر نہ ہوتا تو انکو اسی دنیا میں عذاب

دیا جاتا اور قیامت کے دن انہیں آگ کا عذاب دیا جائے گا اس میں اشارہ تھا

کہ آئندہ انکو چھوڑا نہیں جائے گا اور سب حملہ کرکے کا نمونہ دکھایا جائے گا تاکہ دنیا کو یقین

آئے کہ آخرت میں عذاب النار کا وعدہ حق ہے - اگلی آیت میں جو لیستیقن الذین اوتوا الکتاب

فرمایا ہے اس میں اسی طرف بھی اشارہ ہے روایات صحیحہ میں وارد ہے کہ جب نبی کریم صلعم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا

تو انکے سردار کعب بن [redacted] نے ان کے آگے یہ مشورہ مانا اور اس پر (یعنی محمد رسول اللہ صلعم) ایمان لانے کو کہا کیونکہ یہ

یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہی ہیں جنکی بشارت دی گئی تمہاری کتابوں میں موجود ہیں

مگر تین قوم نے کہا کہ ہم توراۃ کو نہیں چھوڑ سکتے - انہوں نے اس وقت رسول اللہ صلعم کے دعوے کا انکار نہیں کیا

اور کعب بن اسد کو یہ نہیں کہا کہ تم غلط کہتے ہو کہ یہ وہی نبی ہیں جنکا ہماری کتابوں میں ذکر ہے بلکہ انہوں نے صرف

تصدیق کی تکمیل شقاوت اور بدبختی کی وجہ سے ایمان لانے پر تیار نہیں ہوئے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس

قصہ کے لئے لیستیقن اور یزداد الذین آمنوا ایمانا فرمایا اور اہل کتاب پر الزام ثابت ہوگیا

ساری پیشگوئیاں بھی لکھیں اگر یہ وہ تو ایمان نہ لاتے تاہم مومنوں کو اس کا فائدہ ہوا کہ انکے ایمان

اور بھی ترقی کر گئے جنگ احزاب کے واقعہ میں ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ ایسے مواقع آئے ہیں کہ انکو یہ درد زداً زداً"

بھی اور اجتماعی طور پر بھی اس اقرار پر مجبور ہوئے کہ واقعی پیشگوئیاں پوری ہو گئیں چونکہ یہ دونوں اہل

کتاب تھے اور الہامی کتابوں کے رموز واشارہ اور تشبیہوں کا علم رکھتے تھے اسلئے وہ سمجھ گئے کہ علیما

نسخہ منسوخ اور دوسری کئی پیشگوئیاں پوری ہو گئیں لیکن کفار اسوقت اس بات کو نہ سمجھ سکے"

غرضیکہ بعثت نبوی کے انیسویں سال میں یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ۲۰ رمضان ۵ھ کو رسالت کے ۱۸ سال

پورے ہو رہے تھے اور احزاب کا واقعہ اسکے چند دن بعد شوال ۵ھ یا ۸ ذالقعدہ ۵ھ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنگ احزاب ۵ھ میں ہوئی ہے مورخین اور جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے

اگر یہ روایت ۴ھ کی بھی ہے لیکن یہ بات قابل قبول نہیں اسلئے کہ شعبان ۴ھ میں رسول اللہ صلعم غزوہ

بدر الاخرٰی کے لئے تشریف لے گئے جسے بدر الموعد بھی کہتے ہیں اسکا واقعہ یہ ہے کہ احد کے میدان سے جاتے ہوئے ابوسفیان

مسلمانوں کو یہ چیلنج دیتا گیا تھا کہ اگلے سال ہم پھر بدر کے میدان میں تم سے جنگ کیلئے آئیں گے ابوسفیان

کے الفاظ یہ تھے موعدکم البدر العام القابل - موعد کا لفظ مکان اور زمان دونوں کیلئے آتا ہے قرآن کریم

میعاد ہے ان موعدھم الصبح یعنی انکے عذاب کیلئے جس کا وقت مقرر کیا گیا ہے ابوسفیان نے جو موعدکم

العبدر کہا تو شعبان کا تو اس نے نام لے دیا کہ بدر کے میدان میں مقابلہ ہوگا لیکن وقت کا تعین نہیں

کیا اس سے قیاس ہوتا ہے کہ چونکہ بدر کبریٰ رمضان میں واقع ہوئی تھی اسلئے رمضان ہی کا مہینہ

مقرر ہوگا تبھی رسول اللہ صلعم شعبان میں روانہ ہوئے اور یہ بھی قیاس ہوتا ہے کہ آخر شعبان ہوگا تاکہ

رمضان کا مہینہ شروع ہونے تک بدر کے میدان میں پہنچ جائیں اور یہ بھی روایتوں سے ثابت ہے

کہ اس موقعہ پر حضور صلعم آٹھ دن بدر کے میدان میں ٹھہرے اور پھر واپسی پر بھی وقت لگا ہوگا کیونکہ

بدر کا میدان مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ہے اسلئے قیاساً یہ حساب بنے گا کہ مدینہ

واپسی تک نصف رمضان گذر چکا تھا اسکے بعد شوال کے شروع میں جو احزاب کا مہینہ پہنچے گا

وقت موسیٰ بن عقبہ کی مغازی میں لکھا ہے اتنا تھوڑا وقت ہے کہ اتنے تھوڑے عرصہ میں مسلمانوں کا خندق

کھود کر کفار کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جانا دراصل مجھے معلوم نہیں ہوتا اسلئے بالمقابل

دشمن کی تمام تفصیل دیکھا جائے تو ابوسفیان کے متعلق ثابت ہے کہ وہ مکہ سے لشکر لیکر نکلا لیکن بدر کے

اور وہاں سے بغیر مسلمانوں کے مقابل پر آنے کے لوٹ گیا

قریب پہنچ کر اسکا خیال بدل گیا بدر کا میدان مدینہ کی نسبت مکہ سے دگنے سے زیادہ فاصلہ پر ہے

اسلئے اسکو مکہ پہنچنے میں یقیناً زیادہ وقت لگا ہوگا اور اسکے بعد مدینہ آنے تک نصف رمضان ہو گیا ہوگا یہ بات
قطعی طور پر خلاف درایت ہے کہ وہ وہاں جاکر اور اتنا لمبا سفر جانے اور آنے کا کرنے کے بعد الفور لوٹ کر نئے سرے
سے جنگ کی تیاری کی ہو اور پندرہ دن یا مہینے کے اندر ابوسفیان اس قابل ہو گیا ہو کہ
لشکر لیکر مدینہ پر چڑھائی کر سکے دوسری بات یہ کہ بدر کے میدان میں جنگ کا چیلنج خود ابوسفیان
نے دیا تھا مسلمانوں کا بدر کے میدان میں پہنچ جانا اور لشکر کا نہ پہنچنا بڑی واضح دلیل ہے کہ اس وقت
لشکر قریش نے اپنے میں کوئی کمزوری پائی تھی جس وجہ سے انہیں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی
تیسرے روایت ہے کہ واپس لوٹتے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ یہ سال جنگ کیلئے مناسب نہیں خشک
سال ہے جانوروں کیلئے چارہ وغیرہ نہیں اسلئے ہمیں واپس لوٹ جانا چاہیے اگر اس بات میں
تھوڑا بہت وزن ضرور ہوگا کہ قریش اسکی بات مان گئے ورنہ وہ اسکو جواب دیتے کہ بزدل آدمی جھوٹ
بولتا ہے کوئی خشک سالی نہیں واضح ہے کہ ضرور خشک سالی تھی اور لشکر قریش نے اسکی بات کو کم از کم
اتنا وزن ضرور دیا کہ مکہ لوٹ کر یہ بہانہ پیش کر سکے اب یہ بات عقلاً محال ہے کہ خشک سالی
اور تنگی اور چارہ کی کمی کی وجہ سے بدر کے میدان تک پہنچنے کے قبل لوٹ آنے والا لشکر پندرہ بیس دن

کے بعد ہی ممکن تھا یہی ہے کیونکہ اس کے زیادہ سے زیادہ گزر کے مدینہ پہنچ جاتا جو تمام روایات بھی اسی طرح کرتی ہیں
کہ جنگ احزاب بدر الاخریٰ کے بعد ۵ھ میں ہوئی ہے ابن اسحاق کی روایت اس بارے میں بہت
واضح ہے کہ بدر الاخریٰ کے غزوہ سے واپس آ کر رسول اللہ صلعم مدینہ میں رہے اور اس سال میں بدر کے
واپسی کے بعد کوئی جنگ یا کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا نہ جنگ احزاب نہ قریظہ کا واقعہ جو دونوں واقعات
مسلمہ طور پر ملے ہوئے ہیں اور سارے میں کوئی بھی اختلاف نہیں کہ غزوہ احزاب کے فوراً بعد نبی کریم صلعم
نے قریظہ کا محاصرہ کیا

دراصل ۴ھ والی روایت موسیٰ بن عقبہ کی ہے اور امام بخاری نے بھی ان ہی کی طرف اسکو منسوب کیا ہے لیکن
امام بخاری نے اسکی صحت کو پوری طرح تسلیم نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کی روایت کو عنوان
باب میں لیا ہے متن حدیث کے طور پر قبول نہیں کیا اور امام بخاری کا یہ طریق ایسی روایت سے متعلق ہوتا ہے
جو انکی شرط پر پوری نہیں اترتی اسلئے اس روایت کو امام بخاری کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا
اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی جو احزاب کو ۴ھ کا واقعہ قرار دیا ہے یہ دوسری روایات سے کوئی حقیقی اختلاف
نہیں جن میں ۵ھ مذکور ہے بلکہ اسکی اصل وجہ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں روایات میں الگ الگ کیلنڈر استعمال

کیا گیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ مسلمانوں نے نبی کریم صلعم کے حالات زندگی بیان کرنے میں تین کیلنڈر استعمال
کئے ہیں۔ ابتدائی حالات کیلئے سن میلادی استعمال کیا ہے یعنی فلاں واقعہ نبی کریم صلعم کی زندگی کے فلاں
سال میں ہوا۔ البعثت کے بعد سن نبوی یعنی فلاں واقعہ نبی کریم صلعم کی نبوت کے فلاں سال ہوا اور پھر
سن ہجری یعنی سن ہجرت کے فلاں سال کے بعد یہ واقعہ ہوا اور بعد میں مستقل طور پر سن ہجرت ہو گیا
سن ہجری کی ابتداء حضرت عمر رضہ کے ایام خلافت میں شروع ہوا جب حضرت عمر نے اس بات کی ضرورت
محسوس کی کہ مسلمانوں کا اپنا کیلنڈر ہو تو اس بارے میں اختلاف تھا کہ اسکی ابتداء کس دن ہو۔ مشورہ کے
بعد حضرت عمر نے فیصلہ کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کی تاریخ سے سن ہجری کا ابتداء
کیا جائے اس میں یہ مشکل پیش آئی کہ عربوں کا قمری سال محرم سے شروع ہوتا ہے اور نبی کریم صلعم
مدینہ منورہ ربیع الاول کے مہینہ میں پہنچے اصلاح فیصلہ یہ کیا گیا کہ ہجرت کے سن شروع کیا جائے لیکن پہلا
یا ہجرت سے قبل پہلے جو محرم آیا اسی سے شمار کرکے سال پہلا اگر لیا جائے
سال ہجرت بجائے پورے بارہ ماہ کے قریباً ۹½ کا شمار ہو لیکن لوگوں نے اس کا اختلاف کیا اور
رسول اللہ صلعم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد جو پہلا محرم آیا اسکی پہلی تاریخ سے سن ہجری شمار کیا
اس وجہ سے کیلنڈر میں اختلاف رہتا ہوا۔ زرقانی شرح مقلد کی میں بعض کا یہی روایت ہے کہ

انسانوں نے احزاب کے متعلق ان روایات میں اختلاف کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ دو لوگوں نے اپنے اپنے سن ہجری

شمار کیا ہے اور یہ اختلاف اور بھی بڑھ گیا بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر ۱ھ میں ہوئی بعض ۲ھ

میں۔ زرقانی لکھتے ہیں کہ اگر اس اختلاف کو دور کر دیا جائے اور سن ہجرت کو رسول اللہ صلعم کے ورود مدینہ

کے روز سے شمار کیا جائے کہ ہجرت کے پہلے کے ۲ ماہ اور چند دن بھی اس میں شامل کر لئے جائیں تو

پھر اختلاف نہیں رہتا یعنی بدر ۲ھ میں احد ۳ھ اور غزوہ احزاب ۵ھ میں شمار ہوگا

بہر حال اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ جنگ احزاب سال نبوی کے حساب سے 19 میں

واقع ہوا اور میرے نزدیک علیہا تسعۃ عشر کا رمز میں کے یہ بھی ایک رمز ہے اور وہ

فرشتے جو قرآن کو سحر اور انسان کا کلام کہنے والوں کی سزا پر مامور تھے ان کا نزول احزاب کا

موقع پر ہی ہوا جیسا کہ سورۃ احزاب کے الفاظ جنودا لم تروھا اشارہ کر رہے ہیں

غرض احزاب کا وقت ایک سخت نازک وقت تھا جبکہ عرب کی اجتماعی قوت عرب کے یہود کیساتھ مل کر

اسلام کے خلاف ایک آخری کوشش کرنے کیلئے اکٹھے ہوئے تا کہ ثابت کر سکیں کہ ان ھذا الا قول البشر

یہ مدعی خدا کی طرف سے نہیں اور یہ کتاب خدائی کتاب نہیں بلکہ انسان کا افترا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے

اپنے اس وعدہ کو نکالا ہے جس پر ۱۹ کے عدد کا نشان تھا فرشتے نازل کئے اور ثابت کر دیا کہ

یہ رسول اسی خدا کا رسول ہے اور یہ قرآن اسی خدا کا کلام ہے جو صاحب عظمت و کبریائی ہے

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا اپنے سبب کیلئے کیا کہ ترتیب عشر کا حکم آپ کو دیا گیا تھا اسی لئے سورۃ احزاب

میں فرمایا کہ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اللہ تعالیٰ اپنے

بندے اپنے اس خاص نبی کی ثنا کرتا ہے فرشتے اسکے درجات کی بلندی کیلئے دعا کرتے ہیں تم

بھی تم بھی اے مومنو اس نبی پر درود بھیجو سلام بھیجو (اللہم صل وسلم وبارک علی محمد) تاکہ شفاعت

محمدی کے نتیجہ میں تم بھی اللہ تعالیٰ کی عنایات اور برکتوں کے مورد رہو

علیہا تسعۃ عشر کا زمانی لحاظ سے اشارہ اس زمانے کی طرف بھی ہے جس میں پھر ایک بار اللہ تعالیٰ نے

درود کی برکات کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تھا جس میں اس امت کی برکات کے نتیجہ میں پھر کہا

کہ کما صلیت علی ابراہیم کے مقام اور یہ برکات و انوار اور یہ تائیدات کما ولہ کہ محمد صلعم پر درود بھیجے

کے نتیجہ میں حاصل ہوئی ہیں یہاں یہ محمدی کی برکات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دجال کے

فتنہ سے نجات دینے کا ارادہ فرمایا تھا پس تسعۃ عشر اس صدی کی طرف اشارہ کرتا ہے جس پر ۱۹ کا

عدد ہے یعنی موجودہ صدی ~~[illegible]~~ ۱۹۰۰ء سے لیکر ۱۹۹۹ء تک کا زمانہ ہے ~~[illegible]~~ یہ صدی بھی جس پر

۱۱ کا عدد ہے دجالی اقوام کے کمال عروج اور پھر زوال کے زمانے پر دلالت کرتی ہے حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کے ایک زبردست نبی جو حضرت خلیفہ اول سے منقول ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ۱۹ کا اشارہ

زمانے کی طرف یعنی موجودہ صدی کی طرف قرار دیا ہے فرمایا — "اب ۱۸۹۹ء ہے کہ یا تسعۃ عشر کا عدد جو قرآن

کریم میں آیا ہے اس عدد کی خوشبو آنے لگی ہے اس صدی کا عدد پر طبیعت متوجہ ہوئی ہے" حضور کے اس

فرمان سے تین امور کا پتہ لگتا ہے اول یہ کہ حضور علیہ السلام نے علیہا تسعۃ عشر کا مصداق زمانہ قرار دیا

دوم یہ کہ مراد وہ صدی ہے جس پر ۱۹ کا عدد ہے تیسرے یہ کہ اسلئے خوشبو کا لفظ استعمال کیا ہے

یعنی اسے بشارت قرار دیا ہے اور ایسی بشارت جو یوسفی بشارت سے مشابہت رکھتی ہے کیونکہ قرآن کریم

میں یہ لفظ یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں آیا ہے اور خود مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ایک موقع

پر فرمایا "آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے" "گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اسکا انتظار"

گویا ۱۹ کا عدد جہاں ایک طرف دشمنان اسلام اور قرآن کو قول البشر قرار دینے والوں کیلئے کڑا زمانہ

بتا رہا ہے وہاں یہ ہمارے یوسف یعنی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلعم کی شفاعت کی بشارت بھی دے رہا ہے

غرض علیہا تسعۃ عشر کا خاص اشارہ بیسویں صدی کی طرف ہے جس پر ۱۹ کا عدد ہے اور اگرچہ
یہ سارا زمانہ ہی اس میں شامل ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ان آیات میں حساب الجمل کی رو سے بعض اشارات
نکلتے ہیں جو اس پیشگوئی کے زمانہ کو اور بھی محدود کر دیتے ہیں مثلاً دشمنانِ اسلام کی باطل امیدوں
کو خلیفہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے رد کیا ہے اور خلیفہ کے ابجدی عدد ۸۱ ہیں علیہا تسعۃ عشر کے مطابق
۸۱ پر ۱۹ لگایا جائے تو ۱۹۸۱ بنتا ہے جو چودھویں صدی ہجری کے اختتام کی طرف اشارہ ہے اگرچہ
چودھویں صدی ہجری کا اختتام ۸ نومبر ۱۹۸۰ سمجھا جاتا ہے لیکن جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں
ہمارے ہاں ہجری کیلنڈر کا پہلا سال پورے ہونے کا شمار نہیں کیا گیا بلکہ نبی کریم صلعم کے ورود مدینہ کے
شمار کیا گیا جو صحیح روایات کی رو سے ۸ ربیع الاول ہے اور ۱۲ ربیع الاول بھی روایت ہے
اس لحاظ سے ہجرت نبوی پر پورے چودہ سو سال ۱۶ جنوری ۱۹۸۱ء کو پورے ہوتے ہیں اگر ورود مدینہ ۸ ربیع الاول قرار دیا جائے
اور ۲۰ جنوری ۱۹۸۱ء کو اگر ۱۲ ربیع الاول سمجھا جائے غرض علیہا تسعۃ عشر میں ۱۹۸۱ کے سال کی طرف
بھی اشارہ ہے اور یہ سال ان اہم سالوں میں سے ہے جو اسلام کی فتح اور دجالی فتنوں کے زوال کیلئے
سنگ میل ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے سورۃ الفجر کی تفسیر میں بھی والفجر ولیال عشر کی آیات کو حساب کیا

اسکی رو سے بھی ۱۹۸۱ اسلام کی ترقی کیلئے اہم سالوں میں ہے۔ پھر ایک اور طریق سے بھی ان آیات میں

حساب ابجد سے تاریخ نکلتا ہے گذشتہ آیات میں فساد معلوم ہوتا ہے اسلئے دشمن حسب اللہ تعالیٰ نے موکول

اموال و اسباب عطا کیا ہیں باوجود حق کے فساد کرنے کا مزید امیدیں باندھے ہوئے ہیں فرمایا کہ لیکن ان

اندر وہ مزید ترقیات کی امیدیں لگائے ہوئے ہے یعنی اپنے رسوخ اور طاقت اور مال اور علوم و فنون کی وجہ

سے جو اسکو حاصل ہیں وہ سمجھتا ہے کہ اب ترقی ہوتی ہی چلی جائے گی فرمایا کلا ایسا نہیں ہوگا اور ہرگز نہیں

ہوگا خدا تعالیٰ اپنی تدبیر سے اسکا علاج فرمائے گا اور انکو آیات اللہ کے انکار کی سزا دی جائے گی ایسی

سزا جسکے متعلق فرمایا لا تبقی و لا تذر وہ مزید ترقی کرتا ہے تو اسکے خاتمہ کے سامان ہوتے ہیں اور

ایسا عذاب اس پر نازل کریں گے تو اسکی ساری تہذیب اور جو کچھ اس نے بنایا ہوگا سب تباہ کر دیا

جائے گا وہ عذاب کچھ بھی باقی نہیں رہنے دے گا اور نام و نشان نہیں چھوڑے گا گویا کلا — لا تبقی

و لا تذر کے کلمات اسکے ہلاکت انجام کا ساحل ہیں اور لا تبقی و لا تذر کے عدد ابجد کے حساب سے

۱۸۸۰ ہیں ان میں کلا کے عدد جمع کئے جائیں تو ۱۹۶۱ ہوئے ان پر ۱۹ زائد کئے جائیں تو یہ چودھویں

صدی کا اختتام یعنی ۱۹۸۰ء کا سال نکل آتا ہے گویا اگر کوئی ۱۹۸۱ کے حساب سے اعتراض کرے تو اسکا جواب

دوسرا حساب یہ پیش کر دیا کہ ایک حساب کے چودھویں صدی کا اختتام ~~۱۹۸۰~~ میں اور ایک دوسرے
حساب کے ~~۱۸۸۱~~ میں ہے مزید یہ بات اس میں یہ بتادی گئی کہ اس سال کی نشان دہی کر دی جبکہ ص
نبی کریم صلعم اور قرآن کریم کی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے بنیاد ڈالی گئی یعنی ~~۱۸۸۰~~ جب حضرت
مسیح موعود علیہ السلام آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسلام کی خستہ حالت دیکھ کر گریہ وزاری کر رہے
تھے کہ خدایا تیرا دین کس مظلومیت و بے بسی میں پڑا ہے اور تیرا نبی کریم تیرا حبیب ﷺ کی طرف کیا حال
کرنے کیلئے باطل کی پرستش انتہا تک پہنچ گئیں تو خود باہر آ اور اپنے دین کی صداقت اپنے
رسول کی صداقت اپنے کلام کی صداقت اپنے قدرت کے نشانوں کے ظاہر فرما اور دوسری
طرف اسلام کے دفاع میں براہین احمدیہ کی تالیف و اشاعت کیلئے کوشاں تھے
بہرحال علیہ السلام اللہ تعالیٰ اس زمانے کی اطلاع دے رہا ہے جو دشمنان دین اسلام کیلئے خدائی قہر کو ظاہر کرنے کا
اور یہ زمانہ ~~۱۹۰۰~~ کے بعد ~~۱۹۶۹~~ تک ہے اور پھر اس زمانے میں کچھ خاص طور پر اشارہ چودھویں
صدی کے اختتام کی طرف ہے یعنی چودھویں صدی ہجری کے اختتام پر ۱۹ سال گذریں گے تو یہ
پیشگوئیاں انجام و کمال پوری ہو جائیں گی اور دجال کی وہ تمام کوششیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت

کرتے انسان کے دلوں کے بگاڑنے اور قرآن کریم کو قول بشر ثابت کرنے کیلئے ہیں خداتعالیٰ
کی قدرت نمائی سے ختم کر دی جائیں گی اور انکا نام و نشان باقی نہیں رہے گا ۔ ایسے قومیں
داخل کی جائیں گی جو ۲ تسبیح و ۲ تقدیس کریں گی ان طاغوتی طاقتوں اور باطل شورشوں کا باقی نہیں
رہنے دیں گی انشاء اللہ

عمیقاً تفکر کے ایک معنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے کئے ہیں کہ یہ کلمہ خفیف دجل کی اس کشش
کی طرف اشارہ ہے جسے بہائی فتنہ کہتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے کہ دجال خراسان سے نکلے گا۔
بہائیت دجالی فتنے کا وہ شاخسانہ ہے جو خراسان کے علاقہ سے نمودار ہوا اور ۱۹ کا عدد
انکے دین کا خاص نشان ہے چنانچہ انکے سال کے ۱۹ مہینے اور مہینے کے ۱۹ دن ہیں یعنی سال کے
۳۶۱ دن جو علم ہیئت کے بھی خلاف ہے اور خدائی کتابوں کے بھی قرآن کریم میں فرمایا ان عدۃ الشہور عنداللہ
اثنا عشر شہرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموٰت والارض ۔ یعنی مہینوں کا شمار اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے
ہے یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت سے چل رہا ہے یہی قانون
الٰہی ہے جو اسکی کتاب اور اسکے قانون قدرت سے ثابت ہے چاند کی سالانہ گردش ۳۵۴ دن اور کچھ گھنٹے

اور قمری اس کے بارہ مہینوں سورج کی گردش ۳۶۵ دن اور کچھ گھنٹے میں مکمل ہوتی ہے اور سورج کا حساب

سے بھی مہینے بارہ ہیں اور زمانے کا حساب اجرامِ فلکی کی گردش سے ہی معلوم ہوتا ہے اور بہائیت کی

اور سے کوئی سال ۳۶۱ دن کا نہیں اور نہ ہی کسی حساب سے ۱۹ مہینے بنتے ہیں جس طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نزدیک

النّانی فرماتے ہیں کہ اس عدد سے اشارہ دجالی فتنے کی اس شاخ کی طرف ہے جسے بابیت اور

بہائیت کہتے ہیں جو ایک شیطان کی سازش خدا کے مقدس پاک کو منسوخ کرنے اور حق کا در

ترک کرنے کی انیسویں صدی عیسوی میں کی گئی فرمایا اس عدد یعنی تسعة عشر کے اہل تب یہ کہہ جائیں گے

کہ ۱۹ مہینے اور مہینے کے ۱۹ دن قرار دینے والا یہ مذہب خدا کی طرف سے نہیں اور اس پیشگوئی

کے پورا ہونے کے وقت یعنی انیسویں صدی ~~عیسوی~~ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کے ازدیاد ایمان

کا سامان فرمائے گا اس عدد نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ سچا مسیح جو من جانب اللہ ہے وہ کون

ہے اور جھوٹے مسیح جو مسیح الدجال کا مصداق ہیں وہ کون ہیں کیونکہ بابیت کے مرید بہائیت

کے بانی بہاء اللہ نے بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا اسکے اس دعویٰ میں جھوٹا ہونے کے بے شمار دلائل

میں سے ایک دلیل علیہا تسعة عشر بھی ہے اور اسی طرح سے یہ عدد قرآن کریم کی عظمت اور دائمی شریعت ہونے کا بھی نشان ہے

معمہ تسعۃ عشر کے متعلق میں نے شروع میں موجودہ زمانے کی ایک تحقیق کا ذکر کیا تھا جو کمپیوٹر کی مدد سے
کی گئی ہے یہ تو کافی عرصے سے ہمیں اندازہ تھا کہ مغرب کے بعض علمی حلقوں کا ذہن خدا تعالیٰ کی ہستی کی حقیقت کی طرف جا رہا
ہے کہ کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد جہاں دنیاوی علوم میں مدد لی جا رہی ہے قرآن کریم کی خدمت کیلئے بھی
اسکو استعمال کیا جائے لیکن اس بارے میں کسی ٹھوس عملی قدم اٹھائے جانے کے متعلق کوئی خبر سننے میں
نہ آئی تھی لیکن یہ پڑھ کر پتہ چلا ہے کہ ۱۹۷۵ میں ایک عالم رشاد الخلیفہ نے اپنی تحقیقات
ایک مضمون کی صورت میں امریکہ کی ایریزونا یونیورسٹی میں پیش کی ہے اور اپنے مضمون کا نام
محمد (رسول اللہ صلعم) کا محسوس و مشہود معجزہ رکھا ہے گو یہ تحقیق مکمل نہیں کہنی چاہئے لیکن جس حد تک
رشاد الخلیفہ پہنچے ہیں وہ انسانی عقل کو دنگ کر کے حیرت میں ڈالنے کیلئے کافی ہے اور قرآن کریم کے
اعجاز کے ابواب میں اس تحقیق نے ایک نیا باب کھولا ہے

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی پہلی آیت میں اس کلام کے بنانے والے اور نازل کرنے والے نے ایک
ایسی عددی خصوصیت رکھی ہے جو قرآن کریم کے محفوظ و مصئون اور معجزہ ہونے کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے
قرآن کریم کی پہلی آیت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ۱۹ حروف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب اس بات کا انکشاف

ہوا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں مذکور تمام کلمات قرآن کریم میں جتنی بار استعمال ہوئے ہیں وہ
19 پر تقسیم ہو سکتے ہیں تو اس سے علماء کو بڑی حیرت ہوئی اور ہر طرف توجہ ہوئی کہ اس بارے میں
مزید تحقیق کمپیوٹر کی مدد سے کی جائے چنانچہ رشاد خلیفہ نے اپنی تحقیقات کو اس شکل میں پیش کیا
ہے جو میں یہاں بیان کر رہا ہوں

بعض لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے حروف کی گنتی 19 ہے
شروع میں میرا بھی یہی خیال تھا چنانچہ اس بارہ میں میں کافی عرصہ تک تحقیق کرتا رہا لیکن آخر کار
میری تسلی ہو گئی کہ رشاد خلیفہ کا بیان صحیح ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے عدد 19 ہی ہیں
دراصل عربی کلمات کے حروف کو گننے کے دو طریق ہو سکتے ہیں صوتی اعتبار سے یعنی جو حروف بولنے میں آئیں
وہی شمار کئے جائیں یا اصل کے اعتبار سے کہ کسی کلمہ کے اصل حروف کتنے ہیں خواہ بولنے میں نہ آئیں
یا بوجہ کتابت کے لحاظ سے مثلاً ہم بسم اللہ یوں لکھتے ہیں اور قرآن کریم میں بھی ایسا ہی لکھا گیا ہے لیکن در
اصل یوں ہے باسم اللہ یعنی باء کے بعد ہمزہ ہے مگر قرآن کریم کی کتابت چونکہ ایک منفرد
چیز ہے اس میں ایسا طریق اختیار کیا گیا ہے کہ ب کے بعد ا نہیں لکھتے اسکا ثبوت یہ ہے کہ جہاں بھی قرآن کریم

میں بسم اللہ ہے وہاں بسم اللہ لکھا جاتا ہے بسم اللہ نہیں لکھتے لیکن ب دوسری طرح نہیں لکھتے دوسرا
کا عام طریقہ ہے لکھ اسکے اوپر ایک لکیر کھینچ دیتے ہیں جو اس بات کی نشانی ہے کہ ب کے بعد
ہمزہ ہے مگر لکھا نہیں گیا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت
میں ہمزہ لکھا جاتا ہے یعنی یوں لکھتے ہیں اقرأ باسم ربک یہاں ب کے بعد ہمزہ لکھا جاتا
ہے غرض ~~کتابت~~ حروف شمار کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جو حروف کتابت میں
آئیں وہی گنتی میں آئیں جو کتابت میں نہ آئیں وہ شمار نہ کئے جائیں رشاد خلیفہ
اور جو لوگ بھی اسکے ساتھ اس تحقیق میں شریک ہیں انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے
حروف کی گنتی میں کتابت کو لیا ہے اور کتابت بھی وہ جو آنحضرت صلعم اور صحابہ کے زمانہ میں
رائج تھی اسکے لحاظ سے تعداد حروف 19 ہی بنتے ہیں مزید ثبوت اس بات کا کہ انکی
بات ٹھیک ہے یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ابجدی عدد ٧٨٦ ہیں یہ مسلّمہ ہے
اور ٧٨٦ کے ابجد کے لحاظ سے تبھی بن سکتے ہیں جبکہ کل حروف 19 قرار دئے جائیں ورنہ
٧٨٦ کے عدد ابجد کے حساب سے نہیں نکلتے

بہرحال بموجب الخلیفہ کی تحقیق کی رو سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کل حروف ۱۹ ہیں اور اس تعداد

کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کیلئے ایک بنیادی عدد کے طور پر استعمال کیا ہے۔ متعدد
دائمی ترتیب کا حامل

اس آیت میں جو قرآن کریم کی پہلی آیت ہے جتنے کلمات ہیں وہ قرآن کریم میں اتنی ہی بار استعمال ہوئے

ہیں جو ۱۹ پر تقسیم ہو سکتے ہیں سب سے پہلے اسم ہے یہ قرآن کریم میں پورے ۱۹ دفعہ استعمال ہوا ہے

دوسرا کلمہ اللہ ہے یہ قرآن کریم میں ۲۶۹۸ بار استعمال ہوا ہے $\frac{۲۶۹۸}{۱۹}$ = ۱۴۲ یعنی ۱۹ پر پورا تقسیم

ہوتا ہے تیسرا الرحمٰن ہے یہ لفظ قرآن کریم میں ۵۷ بار استعمال ہوا اور یہ بھی ۱۹ پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے

رحیم کا لفظ قرآن کریم میں ۱۱۴ بار استعمال ہوا $\frac{114}{19}$ = ۶

قرآن کریم کی پہلی آیت کے الفاظ میں یہ بات اللہ دیا کہ اسکے کلمات صرف اتنی ہی بار استعمال ہونگے

کہ ۱۹ پر تقسیم ہو سکیں یہ کسی صورت میں اتفاق نہیں قرار دیا جا سکتا دوسری صورت نعوذ باللہ

محمد رسول اللہ صلعم نے اس بات کا التزام کیا ہو کہ ایک کتاب لکھیں اور اسکے پہلے جملہ کے الفاظ کو

ساری کتاب میں صرف اتنی دفعہ استعمال کریں کہ وہ ۱۹ پر پورے پورے تقسیم ہوں یہ بات

بھی ممکن محال ہے قرآن کریم تیئیس سال کی مدت میں اترا ہے اتنے لمبے عرصہ تک اس بات

کا استخراج اور تقسیم ایک بہت بڑے حساب دان کیلئے بھی ممکن نہیں چہ جائیکہ عرب کے ایک
امی اور دیہاتی ماحول کے ایسے شخص پر جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے تھے جو حساب کے علم سے بالکل بے بہرہ
تھی اور اکثر انکا حساب سات دس اور بیس تک ہی ہوتا تھا اور آنحضور صلعم تو
بالکل امی تھے حرف شناسی تک آپ نے کسی سے نہ سیکھی تھی اسلئے عقلاً یہ بات بھی
ناممکن ہے کہ آپ نے یہ منصوبہ بنایا ہو کہ میں ایک کتاب بناؤں گا اور اسکے سارے کلمے
کے حروف ساری کتاب میں صرف اتنی بار استعمال ہونگے جو ۱۹ پر پورے تقسیم ہوسکیں
یہ دونوں باتیں ہی محالات عقلیہ میں سے ہیں پس یہ بھی من جملہ ہزاروں کروڑوں نشانوں اور دلائل
و براہین کے اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کتاب کو کسی انسان نے نہیں تالیف کیا
نہ کسی انسان کے یہ ممکن تھا بلکہ علام الغیوب خدا کی کتاب ہے جس نے اس میں کے انکار کے انکاری
کے اسباب میں سے ایک سبب یہ پیدا کیا کہ اس میں یہ حسابی بات رکھ دی گئی جو کسی انسان کا ممکن
نہیں مرشد الخلیفہ کے نزدیک علیہا تسعۃ عشر کے یہی معنے ہیں کہ جو شخص قرآن کریم کو خدا کا کلام نہیں
مانتا اور کہتا ہے کہ ان ھذا الا قول البشر کہ یہ انسان ہی کا کلام ہے یعنی اس میں ایسی کوئی بات نہیں جو مافوق

السنت علم اور قدرت پر دلالت کرتی ہے اور معجزہ ہے انکو دیا گیا علیہ السلام منشر

۱۹ کے عدد کے ذریعہ ہم نے قرآن کریم میں ایک ایسا معجزانہ حسابی نظام رکھا ہے جو تمہیں دلیل دے سکے گا اور قرآن کریم کے من جانب اللہ ہونے اور محفوظ ہونے کی دلیل ہوگا

یہ خدا کا وعدہ ہے تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یہ ہمارا کلام ہے اور ہم اسکی ہمیشہ حفاظت کریں گے کوئی انسان اس بات پر قادر نہیں کہ اسکا کلام ایسے محفوظ رکھ سکا قرآن کریم کی حفاظت فی ذاتہ ایک معجزہ ہے اور اس اعجاز کی طرز کلام میں ایک طرت اور اس انتظام آسمانی کا ایک ذریعہ بقول رشاد خلیفہ کے ۱۹ کا عدد ہے اور انکے زمانے علیہ السلام منشر کی بھی یہی معنی ہیں

اس بات کو مزید دلائل کے ساتھ پختہ کرنے کیلئے کہ ۱۹ کا عدد جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے حروف کا شمار ہے یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص عددی نظام ہے جو قرآن کریم کی حفاظت کیلئے من جانب اللہ مقرر کیا گیا ہے انہوں نے ان سورتوں کو چنا ہے جن کے پہلے الگ حروف تہجی آتے ہیں

قرآن کریم میں الٓمٓ حروف تہجی کو جنہیں مقطعات قرآن کہا گیا ہے ہیں فواتح سور کے طور پر استعمال
کرنا قرآن کریم کی خصوصیت ہے اور ایسی غیر معمولی بات ہے جس نے نزول قرآن کے زمانہ کے عقل
انسانی کو دور طرح حیرت میں ڈالا ہوا ہے بعضوں نے اسکی حکمت کو سمجھا اور خدا تعالیٰ کے کلام کی باریکی
نے انکے دل موہ لئے اور انہوں نے بے اختیار کہا کہ سبحان اللہ کیا عجیب کلام ہے اور بعضوں نے
اسکی حکمت کو نہ سمجھا اور ٹھوکر کھائی اور گمراہی میں اور بھی بڑھ گئے غرض حروف تہجی کا
استعمال قرآن پاک کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ انسان جو کلام کرتا ہے اور اپنے مافی الضمیر
کو ادا کرتا ہے تو وہ حروف تہجی کے ذریعہ نہیں کرتا بلکہ حروف تہجی کی ترکیب کا کلمہ بنا کر
اور کلمات کو جوڑ کر اپنا مافی الضمیر ادا کرتا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی انسان کسی دوسرے کو کوئی بات
بتانا چاہے تو کہے ب ت ث بلکہ حروف کو جوڑ کر ان کا کلمہ اور جملہ بنا کر اپنا مطلب
ادا کرتا ہے یہ خدا کے کلام ہی کا اعجاز ہے کہ اس نے کلمات کے بسیط مادے کو بھی اپنے منشاء
کے اظہار کیلئے چنا ہے۔ بے شک موجودہ زمانہ میں حروف کا استعمال initial
کے طور پر اور code کے طور پر استعمال ہوتا ہے مگر یہ استعمال بھی قرآن کریم کی برکات سے ہوگا

سمجھنا چاہئے کہ قرآن کریم کا جو قیمتی دانائی کا بے نظیر باتیں انسان کی ذہن سے طرح
میں سمجھائی گئیں ان میں حروف کو اظہار و بیان کیلئے استعمال کرنا ہی تھا جسکو کسی حد تک
انسان نے سمجھا اور اس کا اب تیرہ چودہ سو سال بعد فائدہ انسان اٹھا رہا ہے لیکن انکا یہ استعمال
بھی قرآن کریم کے بالمقابل ایسا ہی ہے جیسا کسی فصیح اللسان کے سامنے کسی گونگے کے اشارات
بے شک انسان بھی ڈی این او – بی اے وغیرہ کہہ کر کوڈ کی بنا تا ہے لیکن جو بات
قرآن پاک کے الم میں ہے وہ اس استعمال میں نہیں ہے

بہر الغرض چونکہ اکثر حروف تہجی کا استعمال غیر معمولی ہے اسلئے رشاد خلیفہ نے
اپنی تحقیق کے ثبوت میں ان سورتوں کو لیا ہے جنکے فواتح یعنی ابتدا اکثر حروف تہجی
سے ہوتی ہے جاننا چاہئے کہ عربی کے حروف ہجا کل ۲۹ ہیں اور قرآن کریم کی ۲۹ ہی
سورتوں میں انکا استعمال ہے اور جو حروف ان ۲۹ سورتوں میں استعمال ہوتے ہیں وہ کل
حروف ہجاء کا نصف یعنی ۱۴ ہیں کیا یہ عجیب بات نہیں کہ عرب کا ایک امی فرد
ان ہی حروف ہجاء کا استعمال کرتا ہے اور الہام ہے کہ حروف ہجا ۲۹ ہوتے ہیں

تے ہیں بڑے بڑے لوگ ہیں جنہیں یہ علم ہے کہ انکی زبان کے Alphabet کتنے ہوتے ہیں

بہرحال یہ بھی علم ہے کہ ایک لفظ لام الف ہیں اسلئے کہ یہ تک ۲۹ حروف کی تقسیم 14½ نہیں ہو سکتی

یا الف اکثر یعنی پندرہ ہوگی یا الف اقل یعنی چودہ ہوگی لیکن یہاں بھی کمال یہ ہے کہ عربی

حروف ہجا کے ذاتی طور پر لفظ لام الف ہی ہوتے ہیں اسلئے عربی میں بھی طبیعی الف کو شمار

نہیں کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ۲۹ ہیں یعنی الف اور ہمزہ کو ایک ہی قرار دیتے ہیں کیونکہ

الف اور ہمزہ میں صرف اتنا فرق ہے کہ ہمزہ متحرک ہوتا ہے اور الف ساکن اس طرح

کے حروف ہجا کا نصف پورا چودہ ہوا۔ خیر یہ تو ایک ضمنی اشارہ ہیں کہ قرآن کریم

کی سورتوں کے ابتداء میں ان حروف کے استعمال کے متعلق بتایا ہے میں پورے شرح الخلیفہ

کی کوشش کی طرف آتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ ۲۹ سورتوں میں لام الف حروف ہجا استعمال ہوئے

ہیں اور لام الف اکٹھوں میں استعمال ہوتا ہیں کبھی اکیلے ن - ص - ق کبھی دو دو جیسے یس طس حم

کبھی تین تین جیسے الم الر طسم کبھی چار چار جیسے المر المص کبھی کبھی پانچ پانچ جیسے کھیعص حمعسق

یہاں پر ضمنا یہ بتا دوں کہ اس استعمال میں بھی ایک ضمنی نکتہ ہے کہ عربی علامات کی بنا بھی ایسی ہی ہوئی

کبھی یک حرفی کبھی دو حرفی کبھی سہ حرفی کبھی چہار حرفی کبھی پنج حرفی پانچ حرف سے زیادہ بناء
نہیں ہوتی ہاں کبھی حروف زائد کر دیئے جاتے ہیں لیکن اصل کے لحاظ سے کبھی بھی عربی کلمہ پانچ حرف
سے زیادہ کا نہیں ہوتا یہ کوئی معمولی نکتہ نہیں ہے جو اس نبی امی فداہ ابی و امی کے ذہن میں
آسکتا تھا پھر اس پر مزید یہ کہ قرآن کریم میں جو حروف ہجاء فواتح سور میں استعمال ہوئے
ہیں بعد کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ عربی کلمات میں ان ہی کا استعمال زیادہ ہے
یہ اتنی وسیع تحقیق پر دلالت کرتا ہے کہ تمام کلمات کا استقرا کر ڈالا اور پھر یہ بتا دیا
کہ یہ حروف زیادہ استعمال ہوتے ہیں اور جو چھوڑ دیئے گئے وہ کم استعمال میں آتے
ہیں یہ ایسی محیر العقول بات ہے کہ جب انسان اس پر غور کرے تو وہ کلام اللہ کی شان
عجیب پر عش عش کرتا ہے بہر حال ۲۹ سورتوں میں ۱۴ حروف ہیں ان شکلوں میں انکی جمع
ہوتی ہے ۵۷ جو ۱۹ پر تقسیم ہو جاتا ہے $\frac{57}{19} = ۳$ ۔ پھر اسکے بعد انہوں نے مقطعات کو لیا ہے
وہ مقطعات جو مفرد شکل میں آئے ہیں ان میں سے ایک ق ہے جو دو سورتوں کے پہلے آتا ہے ایک تو
سورۃ ق والقرآن المجید اور دوسرے سورۃ شوریٰ جس کی ابتداء حم عسق سے ہوتی ہے اور ان دونوں

سورتوں میں

ق کا حرف ۵۷ دفعہ استعمال ہوا ہے باوجود اسکے کہ سورۃ شوریٰ سورۃ ق سے قریباً دُگنی ہے لیکن
دونوں میں ق ستاون ستاون دفعہ استعمال ہوا ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہو جاتا ہے اور ق جو قرآن
کا مخفف ہے سمجھا ان دونوں سورتوں میں ملکر ۱۱۴ دفعہ آیا ہے جو قرآن کریم کی کل سورتوں کا مجموعہ
ہے گویا سطح بتا دیا کہ قرآن مجموعہ ہے ۱۱۴ سورتوں کا نہ اس سے کم نہ زیادہ
یہ کمال استطاعت تھا کہ اس نے ایسا محکم اور پختہ حساب الگ کہ وہ دونوں سورتیں جنکے اول ق
آیا ہے ان میں ق کا استعمال برابر برابر ہے اور ۱۹ پر تقسیم ہو جاتا ہے اور پھر انکا مجموعہ
قرآن کریم کی سورتوں کی مجموعی تعداد کے برابر بنتا ہے فسبحان الذی دقّت فی کل شئی
حکمتہ پھر ایک اور محیر العقول بات یہاں ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ سورۃ ق میں فرمایا وعاد
وفرعون واخوان لوط اس سورۃ میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو اخوان لوط فرمایا
یعنی لوط کے بھائی حالانکہ دوسری جگہ بلا استثناء جہاں بھی انکا ذکر آیا ہے انکا قوم لوط کے
الفاظ سے ذکر ہے ایسا کیوں ہے مفسرین نے اسکی کئی توجیہات بیان کی ہیں لیکن اس سیاق میں
دیکھیں تو بہت واضح ہے کہ قوم لوط کو اخوان لوط میں بدلنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے اگر قوم کا لفظ

استعمال کیا جاتا تو سورۃ ق میں حرف ق کی تعداد ۵۸ ہو جاتی اور ۱۹ پر تقسیم نہ ہوتی اور دونوں ق والی سورتوں کا مجموعہ ۱۱۴ نہ رہتا جو سورتوں کے مجموعہ کا عدد ہے بلکہ ۱۱۵ ہو جاتا اس لیے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ اس عددی نظام نے حفاظت قرآن کا کیسا عجیب فریضہ ادا کیا ہے چودہ سو سال میں اگر ایک بھی قاف نہ زیادہ یا کم کیا جاتا تو گویا ۱۹ کا حرف بتا دیتا گو یقیناً اللہ تعالیٰ کی حفاظت شامل حال تھی اسی لیے قرآن کریم میں ۱۴۰۰ سال میں نہ کسی حرف کی نہ کسی حرکت و سکون کی کمی بیشی ہوئی

قرآن کا دوسرا حرف تہجی جو اکیلا استعمال ہوا وہ سورۃ ن والقلم میں ن ہے اور یہ حرف ساری سورۃ میں ۱۳۳ بار استعمال ہوا یعنی $\frac{133}{19}$ = ۷ ۔ تیسرا مفرد حرف ص ہے جو سورۃ ص سورۃ مریم اور سورۃ الاعراف کے پہلے آیا ہے اور تینوں سورتوں میں حرف ص ۱۵۲ دفعہ استعمال ہوا ہے جو ۱۹ پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے یعنی $\frac{152}{19}$ = ۸ یہ تو ایک عجیب بات ہے کہ ان سورتوں میں سے جن کے پہلے کے ~~مقطعات~~ فواتح میں ص آیا ہے ان میں سورۃ اعراف ہے جس میں آیت ۶۹ ہے "وزادکم فی الخلق بصطۃ" یہاں پر بصطۃ ص سے ہے اور یہ توقیفی ہے یعنی وحی کا علم

یعنی جبریل نے نبی پاک صلعم کو بتایا کہ یہ لفظ جب لکھا جائے تو ص کے ساتھ لکھا جائے

حالانکہ یہ لفظ بسط سے ہے یعنی اس کا ذکر اور حرف س سے ہے نہ کہ ص سے اردو میں بھی ہم اس کا مادہ

سے بنے ہوئے لفظ بسیط اور بساط استعمال کرتے ہیں اور س کے ساتھ لکھتے ہیں یہ ایک عجیب

اور غیر معمولی بات ہے کہ جہاں بھی قرآن کریم میں اس مادہ کو استعمال کیا گیا س کے ساتھ استعمال کیا گیا

ہے لیکن یہاں اس کو ص کے ساتھ لکھا گیا ہے اور توقیفی ہے یعنی کسی کاتب یا عالم نے ایسا نہیں کیا بلکہ

نبی کریم صلعم نے جس طرح جبریل نے املا کیا اور وہ لکھا گیا اور جس طرح کاتب وحی اس کو لکھ

کر آج تک پہنچا قرآن کریم میں ہر جگہ بسط س سے ہے لیکن یہاں سورۃ الاعراف

میں بصطۃ ص کے ساتھ ہے اور آپ بھی دیکھیں گے کہ قرآن کریم میں اس کو ص سے لکھا جاتا ہے

لیکن اس کے اوپر یا نیچے باریک لکھائی میں س بھی لکھ دیا جاتا ہے یہ بتانے کیلئے کہ اگرچہ عام طور پر یہ لفظ

س سے لکھا جاتا ہے لیکن یہاں پر کسی انسان کو اختیار نہیں کہ ص کو س سے بدل دے یہ بات

ہی ذاتی غیر معمولی ہے کہ ۱۴۰۰ سال سے یہ جانتے ہوئے کہ بسطۃ س سے ہے قرآن کریم

کی سورۃ الاعراف کی اس آیت میں اس کو ص سے لکھا جاتا ہے اور لکھا جاتا رہے گا اس کا ثابت

ہوا کیونکہ وہ قرآن کا عدد ہے۔ یہ حکمت تھی، اگر اسے سین سے لکھا جاتا تو ص کی گنتی میں فرق آجاتا

اور مجموعہ ص حرف کا بجائے ۱۵۲ کے ۱۵۱ رہ جاتا اور ۱۹ پر تقسیم نہ ہو سکتا

اس کے بعد جب ہم ان سورتوں کو دیکھیں جنکے شروع میں دو حروف مقطعات ہیں یعنی طہٰ اور یٰسٓ تو یہ نظر آتا ہے

کہ طہٰ میں تو اس سورۃ میں ان دو حروف کی مجموعی تعداد ۳۴۲ ہے یعنی 19 × 18 سورۃ طہٰ کے علاوہ جن

سورتوں کے شروع میں طاء آتا ہے وہ یہ ہیں سورۃ الشعراء سورۃ النمل اور سورۃ القصص ان چاروں سورتوں

میں حرف طاء کی مجموعی تعداد کو اگر حرف ھاء کی مجموعی تعداد کے ساتھ جمع کیا جائے جو دو سورتوں یعنی طہٰ اور

کہیعص یعنی سورۃ مریم میں آتے ہیں تو انکی تعداد یعنی کل ط جو ان سورتوں میں ہیں جنکے شروع میں طاء ہے

اور کل ھاء جو ان سورتوں میں ہے جنکے شروع میں ھاء آیا ہے تو انکا مجموعہ ۵۸۹ ہے اور یہ بھی ۱۹ پر

پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے پھر یٰسٓ ہے یہ دو حرف یعنی یاء اور سین سورۃ یٰسٓ میں ۲۸۵ یعنی $\frac{285}{19}$

= ۱۵ دفعہ استعمال ہوئے ہیں اور پھر جب ان کو اکٹھے کریں یاء کا حرف ان دو سورتوں میں شمار کیا جائے جن کی ابتداء

میں یہ حرف آیا ہے یعنی یٰسٓ اور کہیعص تو ان دونوں سورتوں میں حرف یاء کا مجموعہ ۵۸۲ ہے جب اس کو

ہم حرف سین کے مجموعہ میں جمع کریں جو ان سورتوں کے پہلے آیا ہے سورۃ الشعراء سورۃ النمل سورۃ القصص سورۃ یٰسٓ سورۃ الشوریٰ

کل تعداد یا اور سین کی جو ان سورتوں میں استعمال ہوئے ۹۶۹ ہے جو = ۱۹×۵۱ ہے یعنی ۱۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حروف ایک سورۃ میں بلکہ ایک جیسی سورتوں میں یعنی ان تمام سورتوں میں جن

کے پہلے وہی حروف ابجد بطور فواتح سور استعمال کیا گیا ہے ایک عددی راز ہے اور یہ ایسی بات ہے

جو انسان کی طاقت سے باہر ہے اور یہ عددی نظام جیسا جو ایک طرف قرآن کریم کی حفاظت کا ذریعہ ہے

تو دوسری طرف قرآن کریم کے اعجاز میں سے ایک اعجاز ہے جو ثابت کرتا ہے کہ یہ انسان کا کلام نہیں

اسی طرح سے تمام حروف مقطعات جو قرآن کریم کی ۲۹ سورتوں میں استعمال ہوئے ہیں ان کو ڈاکٹر رشاد الخلیفہ نے یہ

ثابت کیا ہے کہ ان سب حروف کا استعمال ان سورتوں میں ایک بے مثال عددی نظام کا مظہر ہے

جیسے منطقی اصول کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی پہلی آیت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے حروف یعنی ۱۹

پر پورے پورے تقسیم ہو جاتے ہیں چنانچہ وہ تمام سورتیں جیسے شروع میں الٓمٓ ہے ان سورتوں میں یہ تینوں حروف

مجموعی طور پر ۲۷۹۵۲ بار استعمال ہوئے اور وہ تمام سورتیں جن کے پہلے الٓمٓص ہے ان میں یہ چار حروف ۳۹۱۹۷

بار استعمال ہوئے اور وہ تمام سورتیں جن کے پہلے الٓمٓص ہے ان میں یہ چار حروف ۳۸۱۱ بار استعمال ہوئے

اور یہ سب ۱۹ پر تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح باقی حروف بھی جو مختلف سورتوں میں بطور فواتح سور